غلام مصطفی ظہیر امن پوری مدرس جامعہ علوم اثریہ جہلم

سبائی فتنہ کیا تھا؟ اور اسکی سرکوبی کیلئے محدثینؒ نے کیا خدمات انجام دیں ؟

سوال: سبائی فتنہ (عبداللہ بن سباء کے نام سے موسوم) کیا تھا ؟ اور اسکی سرکوبی کیلئے محدثین کرامؒ نے کیا خدمات سرانجام دیں؟

السائل: شاہد رسول طیب اکیڈمی جہلم۔

جواب: شیعہ مذہب کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اس نے اسلام اور اھل اسلام کے خلاف مذموم سازشیں کیں۔ حضرت علیؓ کی شان میں غلو اور سیدنا ابوبکرؓ سیدنا عمرؓ سیدنا عثمانؓ اور دیگر صحابہؓ پر لعن وطعن کرتا تھا۔ اس نے ان سے برأت کا اعلان کیا یہ اور اسکے ساتھی "السبئية" فرقہ کے نام سے جانے گئے، حضرت علیؓ نے انکو آگ میں زندہ جلانے کا حکم دیا اور ان میں سے بعض کو زندہ جلا بھی دیا تھا اور اسکو ساباط کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔

محدثین کرامؒ اور ائمہ عظامؒ نے شیعہ کے اسلام کے خلاف خطرناک عزائم کے بارے میں آگاہی دی اور قرآن وسنت کی روشنی میں انکا رد کیا۔ اور انکے کفر اور کذب کے بارے میں اظہار خیال کیا۔

جرح وتعدیل کی کتابوں میں انکے کذب کو واضح کیا۔ شیعہ کے رد میں کتابیں لکھیں۔ اور ساتھ ساتھ صحابہؓ پر بے شمار کتابیں لکھیں ان میں سے ۵۸ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر محمد راضی بن حاج عثمان نے امام ابو نعیم اصبہانیؒ کی کتاب "معرفة الصحابةؓ" کے مقدمہ میں کیا ہے۔ ان کے علاوہ انکی نو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور خاص "فضائل صحابہؓ" کے موضوع پر لکھی گئی گیارہ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

مزید اس فرقے کے بارے تفصیل (مقالات الاشعری : ۱/۸۵-۸۶) (الملل والنحل: ۱/۱۵۵-۱۵۶) (الشیعة والتشیع: ٤٦- ٧٧ از علامہ احسان الہی ظہیرؒ اور شیعہ عالم حسن بن موسی نوبختی کی کتاب "فرق الشيعة" میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: حدیث میں "اصول روایت" اور "اصول درایت" کی وضاحت تفصیل سے فرمائیں؟

شاہد رسول طیب اکیڈمی جہلم

جواب: **روایت حدیث**: اصول روایت اور اصول درایت علم حدیث کی دو قسمیں ہیں۔ روایت حدیث وہ علم ہے۔ جس میں نبی کریم ﷺ تک احادیث کے اتصال کی کیفیت، راویوں کے ضبط اور عدالت کے احوال اور سند کی کیفیت اتصال اور انقطاع کے اعتبار سے اور اسی طرح انکے علاوہ دوسری چیزوں پر بحث کی جاتی ہے۔ یہ علم "اصول حدیث" کے نام سے مشہور ہے۔

(مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۱/۴)

مولانا محمد عبدالسلام مبارکپوریؒ لکھتے ہیں: "اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ فن روایت وہ فن ہے جس کے مطالعہ پر اقوام دنیا کی ترقی وتنزل کا مدار رہا ہے۔ یہ فن ایسا قدیم ہے کہ اگر قدامت کے اعتبار سے اس کو فطرت انسانی کا لازم قرار دیا جائے تو بعید نہیں، ابتدائے عالم سے ہر قوم نے اس سے کم وبیش حصہ لیا اور آج جس وقعت کی نگاہ سے یہ فن دیکھا جاتا ہے محتاج بیان نہیں۔

علامہ ابن خلدون کا یہ مقولہ اس فن کی نسبت ایک نہایت سچا مقولہ ہے :

"فن التاريخ من الفنون التى يتداولها الامم والا جيال و تشداليه الركائب والرحال و تسمو االى معرفته السوقته و الاغفال و يتنافس فيه الملوك والا قيال "۔

عرب میں اس فن کا ذوق ابتدا ہی سے تھا اور انکی اعجاز نما قوت حافظہ اس کی محافظ دفتر۔ تاریخی واقعات اور انسانی انساب کو چھوڑو۔ ایک معمولی شخص اپنے اونٹ کے کئی نسل تک سلسلہ نسب گنا جاتا۔

قرآن مجید کے حکم (**وذکرھم بایام اللہ**) اور (**قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین**) نے مسلمانوں کو اس فن کی طرف متوجہ کیا اور (**لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ**) نے روغن میں آتش کا کام دیا۔ فن حدیث اس فن روایت اور تاریخ کا فرد ہے۔ وہ کیا ہے ؟ نبی عربیؐ کے سچے حالات (فداہ ابی و امی ﷺ)

اسلام میں اس فن روایت کے ساتھ جو احسانات کئے ہیں، وہ تمام دنیا کو یاد ہیں۔ اور وہ اسلام کی خصوصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ کیا ہیں ؟ قانونِ تنقید کی ایجاد اور سلسلہ اسناد کا اتحفاظ۔ پیغمبر اسلامؐ نے ایک جامع قانون کی ہدایت فرمائی۔ "كفى بالمرء كذباً ان يحدث بكل ما سمع "کبھی فرمایا "**لعنة الله على الكاذبين**" کبھی فرمایا "من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار"۔ یعنی : جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا اس نے اپنی جگہ جہنم میں بنائی۔

اس قانون کی پابندی نے تنقید اور اسناد دونوں کو مسلمانوں کا فرض اولیٰ بنادیا اور جس طرح مسلمانوں کی آسمانی کتاب (قرآن) تحریف۔ ودیگر خرابیوں سے محفوظ رہی اسی طرح نبی ﷺ کے اقوال۔ احوال۔ افعال ذرہ ذرہ محفوظ رہے اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا محدثین

اتحفاظ کے قوانین میں سختی بڑھاتے گئے اور تشدد زیادہ کیا گیا۔ آخر قوانین اتحفاظ فن کی صورت میں مدون ہو کر اصول حدیث کے نام سے نامزد ہو گئے۔ یہ دو خصوصیتیں اسلام میں (۱) قرآن مجید کا محفوظ ہونا (۲) نبی ﷺ کی احادیث کا محفوظ ہونا۔ ایسی ہیں کہ اہل اسلام اس پر جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ حیرت تو اس پر ہے کہ نبی ﷺ کے علاوہ اصحاب اور انکے علاوہ تابعیوں کے اقوال واحوال بھی محفوظ رہے جس کی نظیر کسی دوسری قوم وملت میں نہیں ملتی۔

یہاں ایک نظر اٹھا کر یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف دیکھو انکی آسمانی کتاب تک محفوظ نہ رہی۔ چہ جائے کہ کسی بات کا سلسلۂ سند اپنے نبی یا کسی حواری تک پہنچا دیں۔.........الخ (سیرۃ البخاریؒ : ۲۵۲-۲۵۳)

درایتِ حدیث : شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل السلفیؒ اپنی کتاب "حجیت حدیث" میں "درایت اور تفقہ" کے عنوان سے لکھتے ہیں

"مولانا شبلی رحمہ اللہ نے سیرۃ النعمان میں محدثین کے طریق فکر پر کڑی تنقید فرمائی، فقہائے کوفہ رحمہم اللہ کے طریقِ فکر کی اس عنوان سے حمایت فرمائی کہ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو شاید اس جدید انداز کی وکالت کو کبھی پسند نہ فرماتے۔ مولانا نے حدیث کا انکار نہیں فرمایا لیکن عقل کو درایت اور تفقہ کے نام سے اس قدر اہمیت دی جس سے حدیث اور ائمہ حدیث کے مسلک کو انکار کے قریب قریب نقصان پہنچا، اور چند ایک اہلِ علم کے استثناء کے ساتھ تمام ندوہ کے متعلقین میں یہ مرض پایا جاتا ہے۔ اس حلقے میں یہ غلطی عام ہے کہ :

۱۔ ائمہ حدیث فقیہ نہ تھے۔

۲۔ تنقید حدیث کے لئے جو اصول وضع کئے گئے ہیں ان میں درایت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

۳۔ اصول درایت کے مطابق تنقید فقہاء نے فرمائی۔

۴۔ اوراب بھی ہر ایک کو حق ہے کہ اس نقطہ نظر سے حدیث پر تنقید کرے' جسے چاہے رکھ لے اور جسے چاہے ردی کی ٹوکری میں ڈال دے۔.....اناللہ وانا الیہ راجعون۔

پھر درایت کا مفہوم ایسا عام بیان فرمایا جس سے حدیث کا قتل عام ہو سکتا ہے۔ سیرۃ النعمان میں مولانا فرماتے ہیں :

"درایت کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی واقعہ بیان کیا جائے تو اس پر غور کیا جائے کہ وہ طبعیتِ انسانی کے اقتضاء، زمانہ کی خصوصیات، منسوب الیہ کے حالات اور دیگر قرائن عقلی کے ساتھ کیا نسبت رکھتا ہے"۔

"اقتضائے طبعیت" وہی نیچر کا ترجمہ ہے۔ سر سید کا بھی یہی خیال تھا کہ نیچر کے خلاف کوئی چیز مقبول نہیں ہو سکتی۔

اس میں درایت کا مفہوم اس قدر آزاد کر دیا گیا ہے کہ اس پر کوئی پابندی نہیں رہی۔ اقتضائے طبعیت کی حد ؟ اور اس اقتضاء کا معیار کیا ہے ؟اور عقلی قرائن کی تعیین کون کرے ؟ کیسے کرے ؟زمانہ کی خصوصیات نصوص کی راہ میں حائل ہو سکتی ہوں تو پرویز کے جرم پر بھی نظرِ ثانی ہو جانی چاہیے۔

عقل کو اس قدر وسیع اختیارات نہ قاضی عیسےٰ بن ابان نے دیئے تھے نہ معتزلہ کو یہ حوصلہ ہوا تھا۔ یہ گنوار کے ہاتھ کسوٹی اور پاگل کے قبضے میں تلوار دے دی گئی ہے، جو ان کے جی میں آئے کریں، دین کا خدا حافظ۔

آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ درایت کا مفہوم اہلِ علم کی زبان سے بھی سن لیا جائے تاکہ آج کی درایت اور پرانی درایت میں فرق ظاہر ہو سکے۔

"العلم بدراية الحديث هو علم باحث عن المعنى المفهوم من الفاظ الحديث و عن المراد منها مبنياً على قواعد العربية و ضوابط الشريعة و مطابقاً لا حوال النبى ﷺ"۔

(ابجد العلوم : ۴۳۶/۲)ایضاً (مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ)

تاشکبری زادہ صاحب کشف الظنون، اصولِ حدیث اور درایتِ حدیث کو ایک ہی فن تصور فرماتے ہیں(۳۶۶/۱)

درایت حدیث میں حدیث کے مطلب اور مراد سے عربی قواعد اور شریعت کے ضوابط اور آنحضرت ﷺ کے حالات کے مطابق بحث کی جاتی ہے"۔

اس درایت میں، اور جو درایت آج کل ہمارے بازار میں بک رہی ہے بڑا فرق ہے۔ مصطلح درایت میں علم ہے اور بصیرت ہے جب کہ ہمارے بازار کی درایت میں ذہنی آوارگی ہے اور پریشان خیالی ہے۔ شریعت میں عموماً اور حدیث میں خصوصاً اس قسم کی بے قاعدگی اور آوارگی کو جگہ نہیں دی جانی چاہیے۔ سر سید احمد خاں مرحوم نے اسی درایت کے حوصلہ پر جھٹکے اور حلال کو برابر کر دیا تھا۔ وہ دونوں کو حلال سمجھتے تھے۔

مولانا اصلاحی اور مولانا مودودی کا سکول فکر مولانا شبلی اور سر سید کے سکول فکر سے ملتا جلتا ہے۔ یہ حضرات بھی تفقہ اور درایت کے غائبانہ عاشق ہیں، مگر یہ ظاہر نہیں فرماتے کہ ان کے ہاں درایت کا کیا مفہوم ہے.....الخ (حجیت حدیث : ۱۴۹۔۱۵۱)